ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

A RESEARCH AND CRITICAL REVIEW OF BOOKS AND JOURNALS ON "HAALI"

حالیؔ پہ کتب ورسائل کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

Dr. Najma Sardar
PhD Urdu, Lahore Garrison University, Lahore
Dr. Muhammad Arshad Ovaisi
HOD Urdu, Lahore Garrison University, Lahore

Abstract:
This paper presents a comprehensive research and critical review of the books and scholarly journals dedicated to the study of Haali, a prominent figure in Urdu literature. The review focuses on his poetic contributions, literary style, and the critical perspectives that have emerged in academic discourse over the years. By analyzing various works that explore Haali's life, writings, and influence, this study aims to offer a balanced critique of the prevailing interpretations and highlight the evolving scholarly engagement with his poetry. The review also seeks to identify gaps in existing research and suggest areas for further exploration, contributing to a deeper understanding of Haali's role in shaping modern Urdu literature.

Key Points:
Overview of Haali's Life and Contributions, Critical Reception of Haali's Works, Haali's Poetic Style and Themes.

شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی (۱۸۳۷ء۔۱۹۱۵ء) کا شمار اردو کے عناصر خمسہ میں ہوتا ہے۔ وہ ایک کثیر الجہت شخصیت تھے۔ وہ بیک وقت شاعر، نقاد، محقق، سوانح نگار اور مصلح تھے۔ حالیؔ سرسید کے دست بازو تھے۔ جنہوں نے قومی تعلیم کے ذریعے اصلاح وترقی کی بنیاد ڈالی اور اس بنیاد پر ایک عظیم الشان عمارت کھڑی کر دی۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے جلسوں میں جہاں سرسید کی صدا گونجتی تھی وہاں حالیؔ کی درد بھری آواز، بجھے ہوئے دلوں میں آگ لگا دیتی تھی۔

حالیؔ ہماری قدیم تہذیب کی ایسا نمونہ تھا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ فرشتہ ءصفت انسان جس پر شرافت اور نیک نفسی ختم تھی۔ سر راس مسعود راوی ہیں کہ سید محمود نے ایک بار سرسید سے مخاطب ہو کر کہا کہ ابا جانی! اگر خدا مجھ سے کبھی یہ سوال کرے کہ میرے جتنے بندوں سے تو ملا ہے، ان میں کون ایسا ہے جس کی پیروی کے لیے تیرا دل تیار ہو جائے تو میرے پاس جواب موجود ہے اور وہ یہ کہ الطاف حسین حالی، شاعر مشرق علامہ اقبال نے انہیں یوں خراج تحسین پیش کیا تھا۔

طوافِ مرقد حالی سزد اربابِ معنی را
نوائے او بجہانہا افگند شورے کہ می دانم
بیا تا فقیر وشاہی در حضور او بہم سازیم
تو بر خاکش گہر افشان و من برگِ گل افشانم

مجلس ترقی ادب، لاہور نے یہ سہ ماہی مجلہ "صحیفہ" کا خاص نمبر، اس عظیم انسان اور نامور ادیب وشاعر کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے ترتیب دیا ہے۔ اس سے نہ صرف حالیؔ کا ادب میں مقام ومرتبہ بلکہ محققین حالیؔ کی جدید جہتوں سے بھی آشنا ہوں گے۔

"حیات حالیؔ ماہ وسال کے آئینے میں" جو کہ مدیر "صحیفہ" افضل حق قریشی کا تحریر کردہ ہے جس میں افضل حق قریشی نے حالیؔ کی ابتدائی زندگی سے لے کر آخیر تک، تمام معلومات کو سن وار بیان کیا ہے۔ اس مضمون میں ٹھوس شواہد اور متن کی درستی کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ تین صفحات مبنی اس مضمون میں حالیؔ کی مکمل زندگی کا احاطہ کیا گیا ہے جس

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

میں ابتدائی زندگی، تمام تصانیف جو شائع ہو چکی تھیں یا غیر مطبوعہ تصانیف، بلکہ کچھ ایسے نسخے بھی تھے جن کا ذکر تو اکثر کیا گیا ہے۔ لیکن ان کی مکمل معلومات مبہم تھیں، افضل حق قریشی نے ان کو بھی وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ جیسے:

"شواہد الالہام" کے نام سے ایک مختصر رسالہ شائع کیا تھا جس میں عقلی دلائل سے نبوت اور الہام کی ضرورت کو ثابت کیا۔ ۲۰۱۵ء میں شعبہ اردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے مجلہ "تعبیر" پہلے شمارے میں شائع کیا گیا ہے۔

حالی کی نثری تصنیف "مبادی علم جیولوجی" (۱۸۸۳ء) کے نام سے بوبہ نیرہ کے Bobee Neree کی فرانسیسی کتاب کے احمد آفندی فائد کے عربی ترجمے موسوم بہ "اقوال مرفیہ علم بنہ الکرۃ الارفیہ" کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور پنجاب یونیورسٹی سے شائع کیا گیا۔ حالی کے سوانح نگار اسے قیام لاہور کی تحریر قرار دیتے ہیں۔ جبکہ عربی ترجمہ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں شائع ہوا تھا اور حالی اس وقت اینگلو عربک سکول دہلی میں درس و تدریس سے وابستہ تھے۔ فاضل محققین اپنے مضامین میں "مبادی علم جیولوجی" کا ذکر سرسری انداز میں ضرور کرتے ہیں لیکن اس کی باقاعدہ معلومات دوسروں تک بہم نہیں پہنچاتے جس سے تحقیق کرنے والوں کو مکمل رسائی حاصل نہیں ہو پاتی۔ افضل حق قریشی نے پہلی بار اس نثری کتاب کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کی ہیں۔

"صحیفہ" میں نہ صرف تخلیقی، تنقیدی، تحقیقی اور تاریخی مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔ بلکہ ان مضامین، مصنفین پر تبصرے بھی پیش کیے جاتے ہیں۔

جب کہ اس تصنیف کے بارے میں حالی نے "مبادی علم جیولوجی" کو بیان کیا ہے لیکن یہ کہیں نہیں لکھا کہ میں نے اس کا ترجمہ بہ "اقوال مرفیہ علم بنہ الکرۃ الارفیہ" سے کیا ہے جبکہ فاضل محقق نے یہ شواہد بھی پیش کیے ہیں کہ یہ ترجمہ ۱۸۷۸ء میں شائع ہوا تھا جب کہ خود حالی کی زبانی، مضمون صحیفہ میں اس طرح سے لکھا گیا ہے کہ اس کے بعد لاہور میں ایک عربی کتاب کا جو جیولوجی میں تھی اور جو فرنچ سے عربی میں کسی مصری فاضل نے ترجمہ کی تھی۔ اردو میں ترجمہ کیا اور اس کے حقوق بغیر (کاپی رائٹ) کسی معاوضے کے پنجاب یونیورسٹی کو دے دیئے۔ جسے ڈاکٹر لائٹنر کے دور میں یونیورسٹی نے چھاپ کر شائع کر دیا۔ اصل کتاب پچاس ساٹھ سال پہلے کی لکھی ہوئی تھی۔ جبکہ جیولوجی کا علم ابتدائی حالت میں تھا۔ میں بھی اس فن سے نا آشنا تھا۔ اس وجہ سے اصل اور ترجمہ دونوں میں غلطیوں کا امکان موجود تھا۔

حالی کی اس تحریر کا جائزہ لیا جائے تو کہیں بھی اس عربی کتاب کا ذکر نہیں ہے۔ حالی کی اس تصنیف کے بارے میں "حالی کی کہانی حالی کی زبانی" جو کہ میگزین اسلامیہ کالج (ریلوے روڈ) میں شائع کی گئی ہے۔ اس میں بھی حالی کی زبانی یہی تحریر ہے کہ دوران لاہور میں ایک عربی کتاب کا جیولوجی میں تھی اور فرنچ سے عربی میں کسی مصری فاضل نے ترجمہ کی تھی، اردو میں ترجمہ کیا۔ دیکھا جائے تو تحریر میں کوئی ردوبدل دکھائی نہیں دیتا جو کہ افضل حق قریشی نے اس کے بارے میں ٹھوس شواہد کے ساتھ "صحیفہ" میں بیان کیا ہے۔

"صحیفہ" میں حالی کی شخصیت کے مختلف پہلوئوں پر روشنی ڈالی گئی ہے جن میں تحقیق مضامین زیادہ ہیں اور تنقیدی کم ہیں اور جو تنقیدی مضامین اس میں شامل ہیں، وہ حالی کی نظم و نثر پر مبنی ہیں۔ حیات جاوید، حیات سعدی، یادگار غالب وغیرہ کو نسبتاً کم موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

"صحیفہ" حالی نمبر میں جو قابل قدر مضامین لکھے گئے ہیں۔ یہ گزشتہ ایک صدی میں لکھے گئے مضامین کو ترتیب دیا گیا ہے۔ ان میں سے جنہوں نے قدیم مضامین لکھے ہیں ان لکھنے والوں میں مندرجہ ذیل نام قابل قدر ہیں۔

سید عبداللہ، حافظ محمود شیرانی، افتخار صدیقی، حمید احمد خان، ڈاکٹر ذاکر حسین، غلام مصطفی خان، سید وقار عظیم، آلِ مسرور، احتشام حسین، مولوی عبدالحق شامل ہیں۔

حالی کا پورے اردو ادب کی ساری تاریخ میں، اردو ادب و نثر میں بھی اتنا ہی مقام ہے جتنا شاعری میں اور یہ مقام ابھی تک کسی کو آج تک حاصل نہیں ہوا۔ یہ مقام صرف سعدی کو حاصل ہوا ہے۔

حالی نمبر میں کچھ ایسے اہل علم بھی شامل ہیں جو تقریباً چالیس سے پچاس سے لکھ رہے ہیں۔ ان میں خود افضل حق قریشی، بصیرہ عنبرین، طارق ہاشمی اور تحسین فراقی کے نام سر فہرست ہیں۔

مولانا مرحوم کو اردو ادب میں جو ممتاز و منفرد مرتبہ حاصل ہے۔ اس کا اقتضاء ہے کہ ان کے علمی، ادبی، دینی، ملی، اخلاقی اور انسان کار ناموں کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا جائے۔ مولانا حالی کے دل میں اسلام اور ملت اسلامیہ کے لیے جو درد اور جوش و جذبہ تھا، اس کی مثالیں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اسلامیہ کالج ریلوے روڈ(۱۹۶۹ء)لاہور کے میگزین کریسنٹ کے اس شمارے میں مولانا الطاف حسین حالیؔ مغفور و مرحوم کی شخصیت اور ان کی علمی و ادبی خدمات نیز مشاہیر اسلام میں انہیں جو نہایت باعزت اور قابل افتخار و نازش مقام نصیب ہے۔ خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔

اس شمارے میں سب سے پہلے حالیؔ کی تصاویر، عکس تحریر اور خود ان کی نگارشات میں سے کچھ نمونے شامل کئے گئے ہیں۔

اعتراف و عظمت میں حالیؔ اخلاق و اوصاف اور خدمات کے اعتبار سے وہ زیادہ سے زیادہ عقیدت اور سپاس و تحسین کے حقدار ہیں۔

شیخ سر عبد القادر (مرحوم)، حالیؔ کی عظمت کا اعتراف یوں کرتے ہیں کہ

> "سر سید احمد خاں نے نہ صرف خود اخلاقی، اجتماعی اور مذہبی مسائل پر نہایت مفید مطلب مضامین لکھے بلکہ کئی اور اہل قلم کو بھی اس قسم کی انشاء پردازی کی طرف راغب کیا۔ ان اہل قلم میں سے حالیؔ بھی ایک ہیں۔ یہ سر سید کی ذات ہی کا اثر تھا کہ حالیؔ کی حب الوطنی پورے جوش سے بروئے کار آئی اور یہی وہ جوش تھا جس نے اس قدر پر از ندرت، لطیف، موثر، دل گداز، اصلاح پرور اور حقیقی طور پر شاعرانہ کلام کا سامان کرتے ہوئے غفلت کے مارے مسلمانوں کے جذبات کو بیدار کیا۔(1)

شورش کاشمیری لکھتے ہیں حالیؔ کی شاعری نے بر عظیم کے نازک ترین ایام میں مسلمانوں کے گرتے ہوئے وجود کو سہارا دیا اور یہ ان کے کلام کا فیض تھا کہ مسلمان اپنی نشاۃ ثانیہ کی شاہراہ پر گامزن ہو گئے۔ جب تک اردو شاعری زندہ ہے۔ ہم حالیؔ اور کلام حالیؔ سے مستفید ہوتے رہیں گے۔ مسلمانوں کی ذہنی سر گزشت میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔

شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالیؔ وہ مایہ ناز شاعر اور مصنف ہیں جن کا نام ہمیشہ سے بڑے احترام کے ساتھ لیا جائے گا۔ وہ نہ صرف ایک بلند پایہ شاعر تھے بلکہ ایک اعلیٰ درجے کے نقاد اور سوانح نگار بھی تھے۔ احمد ندیم قاسمی اپنے خیالات کا اظہار اس طرح سے کرتے ہیں کہ:

اگر سر سید کو مولانا حالیؔ کا سا دست راست نہ ملتا تو ان کی کامیابی کا دائرہ اتنا وسیع اور ہمہ گیر نہ ہو پاتا۔ سر سید کی اصلاحی تحریک کی کامیابی مسلمانانِ بر صغیر کی نشاۃ الثانیہ کا نقطہ ء آغاز ثابت ہوئی۔ اس صورت میں مولانا حالیؔ مسلمانوں کی اس حیات نو کے افق کا ایک درخشاں ستارہ ہیں جس طرح سر سید کی تحریک نے مولانا کے شعر و ادب سے قوت حاصل کی۔ اس طرح مولانا حالیؔ کا علم و فن بھی سر سید کی روشن خیالی اور وسیع المشربی سے متاثر ہوا اور یوں ہماری شاعری اور ادب کے لیے ملکی اور ملی مسائل اجنبی نہ رہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد جس کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ "کلام کا باپ" جو کہ عربی و فارسی پر عبور رکھتے تھے اور متحدہ ہندوستان کے قائل تھے، وہ بھی حالیؔ کے افکار سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ مولانا آزاد یہ کہتے تھے کہ غالب کو یہ شکوہ تھا کہ میری ذہانت میرے ساتھ قبر میں اتر جائے گی۔ مگر میرے ساتھ نہ جانے کیا کیا قبر میں اتر جائے گا۔

اس تمام تر خود پسندی کے باوجود انہوں نے حالیؔ کے فکر و نظر پر ایک مدلل مضمون لکھا جو اس ادبی جریدے کریسنٹ میں شامل ہے۔ خواجہ اکرام اللہ مرحوم نے دہلی کے ایک مشاعرے کا حال مجھے سنایا تھا، جس میں خواجہ حالیؔ مرحوم اور داغ مرحوم دونوں جلوہ افروز تھے۔ طرح تھی، خبر کہاں، نظر کہاں، داغ مرحوم کی غزل مشہور ہے۔

اس مبتداء کی دیکھئے نکلی خبر کہاں ؎

مشاعرے میں سب غزلیں پڑھ چکے تھے۔ خواجہ صاحب اور داغ مرحوم باقی رہ گئے تھے۔ شمع پہلے خواجہ صاحب کے پاس آئی اور انہوں نے اپنی غزل سنائی:

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھئے جا کر نظر کہاں
اک عمر چاہیے کہ گوارا ہو نیش عشق
رکھی ہے آج لذت زخم جگر کہاں
حالیؔ نشاط نغمہ و مے ڈھونڈتے ہو اب
آئے ہو وقت صبح، رہے رات بھر کہاں؟

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اکرام اللہ خان مرحوم فرماتے ہیں کہ غزل نے تمام مشاعرے پر سحری طاری کر دیا۔ مدح و تحسین کا ایسا ہنگامہ گرم ہوا کہ لوگوں نے خیال کیا، اب داغ مرحوم کے لیے کہنے کو کچھ نہیں رہا۔ خود داغ نے کہا:

"اس غزل کے سننے کے بعد میری غزل خود میری نگاہ سے گر گئی۔ جی چاہتا ہے پرچہ چاک کر دوں۔"(2)

مولوی عبدالحق جنہیں اعزازی طور پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی گئی۔ ان کا ایک مضمون اس کے اندر شامل ہے اور اس مضمون کے زیادہ تر واقعات ان کے چشم دید بھی ہیں۔ لکھتے ہیں۔

غالباً ۱۸۹۲ء یا ۱۸۹۳ء کا ذکر ہے جب میں مدرستہ العلوم مسلمانان علی گڑھ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ مولانا حالیؔ اس زمانے میں یونین کے پاس ہی رہا کرتے تھے۔ میں اس سال چھٹیوں میں وطن نہ گیا اور بورڈنگ ہائوس میں ہی رہا۔ مولانا کی خدمت میں مغرب کے بعد اکثر حاضر ہوتا۔ مولوی صاحب اس زمانے میں "حیات جاوید" کی تالیف میں مصروف تھے اور یادگار غالب کو بھی ترتیب دے رہے تھے۔ انہیں دنوں میں میرے ایک رشتہ دار میرے پاس مہمان ٹھہرے ہوئے تھے۔

میں جو ایک دن مولانا کے ہاں جانے لگا تو وہ بھی میرے ساتھ ہو لیے۔ کچھ دیر تک مولانا سے گفتگو ہوتی رہی۔ واپسی پر مہمان عزیز کہنے لگے کہ ملنے سے اور باتوں سے تو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ وہی مولوی ہیں جنہوں نے "مسدس" لکھا ہے۔ یہ مولانا کی فطری سادگی تھی جو اس خیال کا باعث ہوئی۔

عاجزی اور انکساری اس قدر تھی کہ ہر چھوٹے بڑے سے جھک کر اور خلوص سے ملتے تھے۔ ان کا رتبہ بڑا تھا مگر کبھی بھی اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھتے تھے۔ میں اور مولوی حمید الدین جب وہ علی گڑھ میں مقیم تھے۔ ان سے ملنے گئے تو وہ تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے تھے۔ ہم نے اپنے دل میں ندامت محسوس کی۔ مولوی حمید الدین نے کہا بھی کہ آپ ہمیں تعظیم دے کر معیوب کرتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ آپ لوگوں کی قدر نہ کروں تو کس کی کروں۔ آئندہ آپ ہی قوم کے ناخدا ہونے والے ہیں۔

اس سے بڑھ کر خاکساری اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے اپنی تصانیف پر ہمیشہ "مرتبہ" لکھا۔ کبھی "مؤلفہ" یا "مصنفہ" نہ لکھا۔

ہم عصروں اور ہم چشموں کی رقابت قدیم روایت ہی سے چلی آ رہی ہے۔ جہاں تک مجھے ان سے بات چیت کرنے کا موقع ملا اور بعض اوقات ہنسی مزاح میں کرید کرید کر دیکھا اور ان کی تحریروں کو پڑھنے کا شرف بھی ہوا، مولانا میں یہ خامی نظر نہیں آتی۔

محمد حسین آزاد، مولانا شبلی کی تصانیف پر بہت اچھے تبصرے لکھے ہیں اور جو تحریریں تعریف کے قابل تھیں۔ ان کو دل کھول کر داد دی ہے۔ مگر ان بزرگوں میں سے کسی نے بھی مولانا حالیؔ کی کسی کتاب کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ آزاد تو مولانا حالیؔ کا نام سننے کے روادار نہ تھے۔ کرنل ہالرائڈ کی ہدایت پر جو جدید رنگ کے مشاعرے ہوئے، حالیؔ اور آزاد ان میں بھرپور شرکت کرتے تھے۔ برکھارُت، حب وطن، نشاطِ امید اسی دور کی نظمیں ہیں۔

مولانا کی ان نظموں کو بہت سراہا گیا۔ مولانا کی تعریف حضرت آزاد کو ناگوار گزرتی۔ بے شک آزاد بے مثل نثار ہیں، مگر شعر کے کوچے میں ان کا قدم نہیں اٹھتا۔ لیکن مولانا کی انصاف پسندی دیکھیے کیسے سیدھے سادے لفظوں میں اس تحریک کا سہرا آزاد کے سر سجاتے نظر آتے ہیں۔

"۱۸۷۴ء میں جبکہ راقم پنجاب گورنمنٹ بک ڈپو سے متعلق اور لاہور میں مقیم تھا۔ مولوی محمد حسین آزاد کی تحریک اور کرنل ہالرائڈ ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب کی تائید سے انجمن پنجاب نے ایک مشاعرہ قائم کیا جو ہر مہینے ایک بار انجمن کے مکان میں منعقد ہوتا تھا۔"(3)

جناب شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالیؔ جنہیں اہل نظر نے "سعدی ہند" کا خطاب دیا تھا۔ اس عہد میں ادب اور شعر و شاعری کی دنیا میں قدم رکھا۔ جب مغلیہ دور کا چراغ گل ہو رہا تھا۔ دہلی کے لال قلعہ میں جہاں کبھی بہت بڑے بڑے شان و شوکت کے مالک ادب سے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر جھکا کر سلام پیش کرتے تھے۔ اب اسی لال قلعے میں امورِ سلطنت طے ہونے کی بجائے شعر و شاعری کا بازار گرم ہوتا تھا۔ حالیؔ کو تو لال قلعہ کے شاہی مشاعروں میں شرکت کرنے کا موقع نہ ملا لیکن انگریزی راج میں جب وہ دہلی میں قیام کیے ہوئے تھے۔ مشاعروں میں شرکت کرتے اور اپنا کلام بھی سناتے۔ حالیؔ کے دل میں درد تھا۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اس نے مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کے المناک مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ اس لیے اس درد کی ترجمانی ان کی زبان کرتی تھی۔ اس دور میں دہلی کے ایک مشاعرے میں انہوں نے اپنی مشہور اور پر سوز غزل پڑھی تھی۔ جس سے سننے والوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یہ غزل حالیؔ کے دلی احساسات کی منہ بولی تصویر تھی۔ غزل کے چند اشعار ملاحظہ کریں:

؎ جتنے رستے تھے ترے ہو گئے ویراں اے عشق
آ کے ویرانوں میں اب گھر نہ بسانا ہر گز

؎ تذکرۂ دہلی مرحوم کا اے دوست نہ چھیڑ
نہ سنا جائے گا ہم سے یہ فسانہ ہر گز

حالیؔ اپنی غزل پڑھ رہے تھے اور سننے والوں کے آنکھیں آنسوئوں سے تر تھیں۔ ایم اسلم ایک معروف کہانی کار کے طور پر بھی جانے جاتے ہیں۔ بچوں کے ادب میں ان کا نام مستند ہے اسی کے علاوہ ان کی ناول نگاری بھی مسلم ہے۔

"حالیؔ چند یادیں چند باتیں" کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے۔ اس مضمون میں مدح گزار نے اپنی آنکھوں دیکھا واقعہ بھی شامل کیا ہے۔

حالیؔ شاعر تھا اور قدرت کو اس سے کچھ کام لینا تھا۔ حالیؔ بھی شروع شروع میں وہی گل و بلبل اور حسن و عشق کی باتیں کرتے تھے۔ لیکن جب قوم کے دکھ درد سے واقف ہوئے اور جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں پر جو خوفناک تباہی آئی تھی۔ اس کی یاد میں آنکھ نے خون کے آنسو بہائے تو طبیعت میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سر سید احمد خاں مسلمانوں کی اقتصادی معاشی اور تعلیمی پستی اور حکومت کی مسلمانوں سے بیگانگی اور سرد مہری سے گھل رہے تھے۔ حالیؔ شاعر تھا شاعر کا دل دوسروں سے زیادہ حساس ہوتا ہے۔ اس جریدے (کریسنٹ) میں جگہ جگہ پر البلم بھی شامل کیے گئے ہیں اور یہ مدیر کی فراست ہے کہ البم ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہیں اور یوں ہر متعلق باب یا ابواب کے قریب تر مضمون نگار، شاعر یا مصنف کی تصویر ہم پا سکتے ہیں۔

یہ تصویریں خاکے ہمیں اس دور میں واپس لے جاتے ہیں جب یہ جگادری اہل قلم حالیؔ شناسی کے لیے بر سر پیکار تھے۔

اس جریدے میں صفحات کی نمبر شماری دو طرح سے کی گئی ہے۔ صفحات کے نچلے حصے میں بھی اور بالائی حصے میں بھی۔ اس دور میں چونکہ دنیا اردو کی کمپیوٹر کمپوزنگ سے نا آشنا تھی۔ اس لیے یہ سارا جریدہ ماہر خطاط نے تیار کیا ہے اور اس دور کی ریت کے مطابق ہر وہ صفحہ جہاں پر کوئی مضمون شروع ہوتا ہے وہاں تزئین کے لیے نمبر شماری صفحے کے نچلے حصے میں دی گئی ہے۔

آج کے اس دور میں یہ چیز ذرا مشکل ہے اس کے لیے کتاب ڈیزائن کروانا پڑتی ہے۔(4)

بازیافت شعبہ اردو اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور کا سہ ماہی رسالہ ہے جس میں متفرق مضامین، تحقیقی، تنقیدی، تاریخی شائع کئے جاتے ہیں اور ماہر علم و ادب سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ ۶ مئی ۲۰۱۵ء کو شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج نے حالیؔ و شبلی صدی قومی سیمینار کا اہتمام کیا تھا، جس میں حالیؔ جیسے عظیم انسان کی خدمت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

گیا۔ بازیافت کا یہ شمارہ نمبر ۲۸ مولانا الطاف حسین حالی، حالی کی قومی و ملی خدمات پر شائع کیا گیا۔ اس شمارے میں مضامین کی تعداد ۳۲ ہے۔(5)

خواجہ زکریا جو کہ ماہر علم و ادب مانے جاتے ہیں، نے اپنا ایک مضمون "مولانا حالی کی ادبی خدمات، اس جریدے میں شامل کیا ہے یہ کم و بیش سولہ سے سترہ صفحات پر مبنی ہے۔ "بازیافت" کتابی صورت میں ہے اور کمپیوٹر کمپوزنگ نوری نستعلیق ہے۔ اس میں کچھ صفحات کی تکرار کی گئی ہے۔ صفحہ اکیس، بائیس، تئیس جو کہ پہلا ہی مضمون ہے۔ ادارت کی ایک مکمل اور تجربہ کار گروہ کی موجودگی میں ایسی فاش غلطی ایک تحقیقی و ادبی جریدے کی آرائش کے لیے (سقم) کا باعث ہے۔

References:

Arshad, W., Maqsood, A., Zaidi, S. S., Haroon, M., Qadir, U. M., Sultana, U., ... & Sanaullah, S. (2024, September). *Kalam E Iqbal: Current Requirements And Our Priorities*.

Attaullah, M., Ovaisi, M. A., & Arshad, W. (2023). Indirect Contributions of Neocolonial Era on Urdu Language. *Makhz (Research Journal)*, *4*(3), 321-329.

Awaisi, M. A., Attaullah, M., & Arshad, W. (2023). Modern Urdu Fiction and Sufism: An Analytical Study. *Makhz (Research Journal)*, *4*(4), 157-166.

Bazmi, K. (Ed.). (1969, September). *Hali Number, Crescent*, pp. 239–243.

Bazmi, K. (Ed.). (1969, September). *Hali Number, Crescent*. Islamia College Railway Road, Lahore, pp. 17, 22–43.

Jawaid, A., Batool, M., Arshad, W., Kaur, P., & ul Haq, M. I. (2024). English language pronunciation challenges faced by tertiary students. *Contemporary Journal of Social Science Review*, *2*(04), 2104-2111.

Jawaid, A., Batool, M., Arshad, W., ul Haq, M. I., Kaur, P., & Arshad, S. (2025). ENGLISH LANGUAGE VOCABULARY BUILDING TRENDS IN STUDENTS OF HIGHER EDUCATION INSTITUTIONS AND A CASE OF LAHORE, PAKISTAN. *Contemporary Journal of Social Science Review*, *3*(1), 730-737.

Jawaid, A., Batool, M., Arshad, W., ul Haq, M. I., Kaur, P., & Sanaullah, S. (2025). AI AND ENGLISH LANGUAGE LEARNING OUTCOMES. *Contemporary Journal of Social Science Review*, *3*(1), 927-935.

Jawaid, A., Khalil, A., Gohar, S., Kaur, P., Arshad, W., & Mukhtar, J. (2024). ENGLISH LANGUAGE LEARNING THEORIES AND DIGITAL TECHNOLOGIES OF 21ST CENTURY: A SYSTEMIC SCENARIO. *Journal of Applied Linguistics and TESOL (JALT)*, *7*(4), 1660-1668.

Kamran, K. (Ed.). *Hali, Altaf Hussain, Bazyaft*. Department of Urdu, Oriental College, University of the Punjab, Lahore, p. 15.

Qureshi, A. H. (Ed.). (2015). *Hali, Number, Saheefa*.

Sanaullah, S., Shaheen, A., & Arshad, W. (2024). Two Letters of Comfort" by Dr. Imran Zafar. Analytical Study:" دو حرف تسلی کے "از ڈاکٹر عمران ظفر۔۔۔ تجزیاتی مطالعہ. *Shnakhat*, *3*(3), 346-360.

ڈاکٹر منزہ منور, وسیم ارشد, & محمد اکرام الحق. (2024). اکیسویں صدی کے اُردو افسانوں میں سماجی شعور. *Jahan-e-Tahqeeq*, *7*(2), 78-85.

زوہیب اصغر, وسیم ارشد, & شہرام ارشد. (2024). خالد فتح محمد کے افسانوں کا مجموعی جائزہ. *Jahan-e-Tahqeeq*, *7*(2), 69-77.

سعدیہ ثناء اللہ, & وسیم ارشد. (2024). رابعہ الربآ کے افسانوں کا جائزہ. *Harf-o-Sukhan*, *8*(2), 119-128.

وسیم ارشد, اسلم حمید, & شہرام ارشد. (2024). اردو نثری نظم کی روایت۔۔۔ تجزیاتی مطالعہ. *Harf-o-Sukhan*, *8*(1), 282-289.

وسیم ارشد, ڈاکٹر منزہ منور, & محمد اکرام الحق. (2024). علامہ محمد اقبالؒ کا تصورِ خودی۔۔۔ تجزیاتی مطالعہ. *Harf-o-Sukhan*, *8*(2), 144-150.

وسیم ارشد, شہرام ارشد, & صداقت علی عمرانی. (2024). اردو ادب میں تانیثی شعور کے بنیادی مباحث۔۔۔ تجزیاتی مطالعہ. *Jahan-e-Tahqeeq*, *7*(1), 125-143.

وسیم ارشد, صداقت علی عمرانی, & شہرام ارشد. (2024). دورِ جدید کے مسائل کی عکاسی کلامِ پروین شاکر کے تناظر میں. *Jahan-e-Tahqeeq*, *7*(1), 267-274.